© rasailojaraid.com

قرآنِ حکیم کے لفظی و معنوی حقوق

(۳)

تلاوت، فہم، عمل

(از جناب خواجہ سید محمد علی شاہ صاحب اسحاقی رحمانی، سہارنپوری)

اور قرآن سے قرآن کے مطلب کی وضاحت کا ادراک و علم نہ ہونے پر
سید رسول قرآن پاک جن پر نازل ہوا۔ انھوں نے جو مطلب و معنی قرآن پاک کے بیان کئے
قولاً و فعلاً، یا ان پر عمل کر کے دکھایا (حالاً و دلالۃً) اور قرآنِ پاک کی جو تفسیر و توضیح اقوال و اعمال
احوال کی صورتوں میں ان سے منقول و ثابت ہے اس کو لیا جاتے۔ اور قرآن کا مطلب احادیث
سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا جائے اور بیانِ رسول سے مراد الٰہی کو
سمجھا جائے۔ کیونکہ آپ کی شان

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ۔ اور
وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ۔ کا مصداق ہے۔
قرآن کی قرآنی تفسیر کے بعد تفسیر رسول ہر چیز پر مقدم ہوگی اور تمام امت کے لئے وہی تفسیر
وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ کے نص قرآنی کے مطابق

(الف) قابل حجت و لائق استدلال ہوگی۔

(ب) اس کا اتباع اور اس کے مطابق عمل واجب ہوگا۔

(ج) اس کے خلاف کہنا یا کرنا کسی صورت جائز نہ ہوگا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بشرطیکہ نقل صحیح ہو۔ اور سند صحیح کے ساتھ مستند ہو کر اس کا ثبوت بہم پہنچے۔ کیونکہ قرآن پاک جن پر نازل ہوا اُن سے زیادہ اور کون قرآن پاک کے معنے و مطلب کو سمجھ سکتا اور سمجھا سکتا ہے يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ انھوں نے جس طرح آیاتِ قرآنی کے معنی کئے۔ اور اس کی تشریح و تفسیر کی اور نقل صحیح کے ساتھ وہ تفسیر ہم تک پہنچی اس کو قبول کیا جائیگا۔ اور اسی کا اتباع اور اسی پر عمل واجب ہوگا۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا

تفسیر صحابہ و تابعین و تبع تابعین

تفسیر القرآن بالقرآن۔ اور تفسیر رسول کے بعد، تفسیر صحابہ سے قرآن مجید کے معانی و مطالب کو لیا جائے گا۔ قرآن سے قرآن کی تفسیر کا ادراک و علم نہ ہونے پر کلام صحابہ اور اقوال و آثارِ صحابہ کو ڈھونڈا جائے۔

صحابہ نزولِ قرآن کے عینی شاہد ہیں۔ وہ تنزیلِ قرآن کے وقت موجود تھے وہ نزولِ قرآن کے احوال و قرائن و رمت ہد و مواقع سے بخوبی واقف ہیں۔ آیاتِ قرآنی کے موارد و مصادیق ہیں۔ ان کا فہم تام ذوق کامل۔ علم صحیح۔ اور عمل صالح تھا جس کی گواہی خود قرآن مجید دے رہا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم و انوارِ نبوت کو بے واسطہ حاصل کرنے والے ہیں۔

انھوں نے قرآن عزیز کی جو تفسیر سمجھی وہ قبول کی جائے گی۔ کیونکہ نزولِ قرآن کی چشمدید گواہی اور علوم و اعمال نبوت کی وراثت دینا بت اور منصبِ تبلیغ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا انپر خاص فضل تھا۔ اسی وجہ سے ان کی قوتِ مدرکہ کے ساتھ نصرت و تائیدِ ربانی شامل تھی۔ ان کا علم کامل تھا، قال نہ تھا۔

اور اگر ان تینوں مقامات و موارد میں طلب کرنے کے بعد بھی قرآن پاک کے معنی و مفہوم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا علم و ادراک نہیں ہوتا۔ اور آیاتِ قرآنی کا مطلب حل نہیں ہوتا۔ تو اس کے بعد صحابہ کے شاگردوں سے یعنی حضرات تابعین کے اقوال سے تفسیر طلب کی جائے۔ اور انھوں نے قرآن پاک کو جس طرح جانا۔ سمجھا۔ بیان کیا اور عمل کیا اس کے مطابق تفسیر کی جائے گی۔

رسول۔ صحابہ۔ تابعین و اتباع تابعین۔ یہ تین چشمے اور منابع ہیں جن سے قرآن پاک کے مفاہیم و معانی، ہدایات و احکام اور کتاب الٰہی کے اسرار و حکم کی سوتیں جاری ہیں۔ ان کا قول حجت، اور عمل لائقِ استدلال ہے۔

بہر حال قرآن کی تفسیر کا ارادہ کرنے اور اس کے معنی و مفہوم سمجھنے کے وقت ان اصول کا پابند ہونا اور ان کے مطابق تفسیر کرنا ضروری ہے۔ ورنہ قرآنِ پاک کی تفسیر اور معنی و مفہوم کی تعین میں غلطی کا احتمال یقینی ہے۔

اور درحقیقت وہ تفسیر جو بیانِ رسالت اور تفسیر صحابہ و اکابر سلف یعنی سُنن و احادیث و آثارِ سلف صالحین کے مسلک کے خلاف ہو قرآن کی تفسیر ہی نہیں بلکہ معنوی تحریف ہے۔

قرآن حکیم کی وہی تفسیر معتبر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور مابعد کے علمائے راسخین سے منقول ہے، تواتر و توارث کے طریقہ پر دین کے عقائد و اعمال اس سے ثابت ہیں۔ اور ہر دور کے لئے تہذیب اخلاق۔ تدبیرِ منزل۔ سیاستِ مُدن کے بنیادی اصول، معاش و معاد۔ موت و حیات اور دنیا و آخرت کا اساسی قانون اس سے تکمیل پاتا ہے البتہ قرآن پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جس طرح سمجھا گیا آج ہمیں بھی اس کو اسی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔ عرب ہوں یا عجم سب کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کے فہم و تدبر اور اس کی تفسیر و تاویل ان ہی سرچشموں سے حاصل کریں جو اس کے اصل موارد و مواقع ہیں۔ قرآن مجید کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا معجزہ قرار دیا گیا ہے اور نبی علیہ السلام نے جیسا کہ خود قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ

فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيَاتٍ

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ إِنْ كَانُوْا صَادِقِيْنَ

عرب کے اور اُن کے واسطہ سے قیامت تک تمام دنیا کے فصحاء، بلغاء اور ادباء و شعراء کو اس کلام کے مثل لانے پر چاہے اس پوری کتاب کی یا اس کی دس سورتوں کی یا ایک چھوٹی سی کے مقابلہ و معارضہ میں تحدی کی اور چیلنج دیا ہے۔

قرآن پاک کی آیات و کلمات کا تحدی کے باوجود زمانہ نزول قرآن سے نقل متواتر کے ساتھ آج تک منقول ہونا اور جن لوگوں کے سامنے قرآن حکیم نازل ہوا ان کا اس کے اعجاز و تاثیر سے غیر معمولی طور پر متاثر ہونا، دل و زبان سے اس کا اقرار کرنا، اس کی تحدی اور مقابلہ سے عاجز ہونا اور تمام عرب اور کفار و مشرکین کا اس کے معانی و مطالب کو سمجھ لینا تاریخی بداہت کا ایسا روشن ترین واقعہ ہے جس کا کوئی اہل علم و عقل موافق و مخالف انکار نہیں کرسکتا۔

اور آج بھی تمام دنیا میں کوئی ایک فرد واحد بھی اس کے اعجاز و تاثیر اور روحانیت ذا کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ قرآن پاک کی حقانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا یہ اعجاز علمی و عقلی تمام منکرین و معاندین ہی پر نہیں بلکہ تمام انسانوں کی درماندگی و عجز پر دال دلیل اور قوی برہان ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔

قرآن مجید اور تفسیر بالرائے

ماقبل میں یہ ذکر ہوچکا ہے کہ قرآن پاک ایک قطعی اور یقینی چیز ہے اور اس کے معانی و مطالب بھی بیّن اور روشن ہیں اور یہ اپنے دعویٰ و مدعا اور برہان و دلیل پر محکم و مستحکم ہے۔ نیز یہ کہ آپ اپنے مقصود و مدعا کے لئے کافی و وافی ہے اور اس کا مطلب بغیر روایات و اخبار اور احادیث و آثار کے ملاتے خود اس سے ہی سمجھ میں آنا اور آسکتا ہے۔ جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مفہوم کے اظہار میں کسی خارجی ضمیمہ اور بیرونی مدد کا محتاج نہیں اور اس کا مقصود و مدعا اور مفہوم و مطلب، ترجمہ و معانی اپنی ذات میں کامل اور مکمل و مفید ہیں، ناقص و نا تمام نامکمل و غیر مفید یا کسی دوسری چیز پر موقوف نہیں۔

اب اگر کوئی شخص قرآن کی کسی آیت کا مطلب بغیر علم کے یا اپنی رائے سے اس طرح بیان کرے جو

(الف) عربی زبان کے خلاف ہو۔

(ب) یا ان ضروریاتِ دین۔ اور بیّن و بدیہی امور کے خلاف ہو جو صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم، سے قطعی طور پر ثابت ہیں۔

تو وہ تفسیر بالرائے کہلائے گا۔ اور وہ تفسیر صحیح و معتبر نہ ہو گی۔ بلکہ قرآن پاک کی معنوی تحریف ہو گی۔

احادیثِ رسول اور تفسیر بالرائے

تفسیر بالرای کے بارے میں چار حدیثیں ہمیں ملتی ہیں۔ جن میں سے دو حدیثوں کو موضوعات میں شمار کیا گیا ہے[1] ان میں پہلی حدیث یہ ہے۔

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهٖ فَاَصَابَ كُتِبَتْ عَلَيْهِ خَطِيْئَتُهٗ لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ الْعِبَادِ لَوَسِعَتْهُمْ وَاِنْ اَخْطَاَ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

اس حدیث میں ابو عصمہ راوی وضع وکذب اور اختلاق کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے حاصل مطلب حدیث کا یہ ہے کہ محض اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنے والا اگر اتفاق سے صحیح مطلب بیان کر رہا ہے تب بھی وہ اتنی بڑی خطا کا مرتکب ہے جو تمام دنیا کے خطا کاروں کے گناہ کے برابر ہے اور اگر مفسر سے سرے سے تفسیر ہی میں غلط بیانی ہو رہی ہے تو وہ مستحق جہنم ہے سنداور متن دونوں کے لحاظ سے یہ حدیث درجۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهٖ وَهُوَ عَلٰى وُضُوْءٍ فَلْيُعِدْ وُضُوْءَ

---

[1] تذکرۃ الموضوعات للعلامۃ الطاہر مطبوعہ مصر ص۸۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس حدیث میں عثمان راوی وضع وکذب کے ساتھ موصوف ہے، اس کا حاصل یہ ہے
جو شخص باوضو ہوتے ہوئے محض اپنی رائے سے تفسیر کرتا ہے اس کا وضوء ٹوٹ جاتا ہے
اس کو وضوء کا اعادہ کرنا چاہئے اس حدیث کے متن اور معنی کی رکاکت بھی ظاہر ہے۔

الغرض یہ مذکورہ بالا دونوں حدیثیں بحث سے خارج ہیں اور ان پہ کوئی کلام کرنا بیکار
ہے چونکہ سند و متن دونوں کے اعتبار سے یہ موضوعات میں شمار ہوتی ہیں۔

اب دو حدیثیں تفسیر بالرائے کی مخالفت میں باقی رہتی ہیں اور یہی اس بارے میں زیادہ مشہور
ہیں ایک حضرت ابن عباسؓ کی۔ دوسری حضرت جندبؓ کی۔

یہ دونوں حدیثیں صحیح اور مرفوع ہیں اور تفسیر بالرای کے بارے میں نصِ قطعی کا حکم
رکھتی ہیں حضرت ابن عباس کی روایت دو طرح یہ ہے۔ ایک روایت میں (برأیہ) کا لفظ ہے
اور دوسری میں (بغیر علم) کا۔

حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں اور اسی طرح حضرت جندبؓ کی روایت میں
برأیہ کا لفظ آیا ہے رائے سے نفس عقل و فہم مراد نہیں کیونکہ اس صفت سے کوئی انسان بھی
خواہ عالم ہو یا عامی خالی اور عاری نہیں۔ یہ عقل و فہم ہی ہے جو انسان اور باقی حیوانات و مخلوقات
کے درمیان مابہ الامتیاز ہے نیز انسان کے لئے تمام امور تکلیفیہ اور اوامر و نواہی کا مدار اسی پر
ہے قرآن پاک اسی عقل و فہم کی رو سے انسان سے خطاب کرتا اور پھر ان عقول و افہام کے
مراتب و مدارج کے لحاظ سے ان سے کلام کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مجنون و سفیہ اور طفل لایعقل قرآن پاک کے مخاطب و مکلف نہیں ہیں،

اور یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ کسی فعل کے حسن و قبح اور کسی شے کی خوبی و زشتی کا ادراک
عقل ہی سے ہوتا ہے جس کا کوئی صاحب عقل انکار نہیں کر سکتا اچھے کام اور اس کے کرنے
والے کی مدح و تعریف اور برے کام اور اس کے کرنے والے کی مذمت و تنقیص اہل عقل کا شیوہ ہے
البتہ فعلِ حسن پہ شارع کے مقرر کردہ ثواب، اور فعلِ قبیح پہ شارع کے بیان کردہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عقاب، تعزیرات وحدود اور کسی فعل پر جزا و سزا کے ہونے کا عقلی طور پر ادراک بعض صورتوں میں ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں انسانی عقل کی رسائی شارع کی اس نافع مصلحت اور غامض حکمت کی گہرائیوں تک نہیں ہوتی جو شارع کی نگاہ میں ہر ایک ان امور میں مخفی رکھی گئی ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی پہلی روایت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ[1]

شاہ عبدالحق صاحب نے اس حدیث کا مطلب یہ لکھا ہے جو شخص قرآن کی تفسیر میں اپنی رائے، اپنی عقل اور اپنے قیاس سے بغیر نقل سند کے کچھ کہے تو اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیئے[2] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کے بارے میں صرف اپنی رائے کو دخل دینا اور صرف اپنی عقل و خیال سے ظن و تخمین کا تیر چلانا سخت منع ہے۔ جب تک نقل صحیح سے اس کا استناد نہ ہو۔ اور جو اس امر کا ارتکاب کرے وہ بتصریح حدیث مستحقِ وعید ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی دوسری روایت میں مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ الخ کا لفظ ہے[3] اور مطلب اس کا یہ ہے کہ قرآن پاک میں زبانِ عرب۔ اصولِ عربیت اور ضروریاتِ دین کی کامل معلومات کے بغیر کچھ کہنا اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا ہے۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اپنی رائے سے اور بغیر علم کے کلامِ الٰہی کے بارے میں کچھ کہنا اس دنیا ہی میں جہنم کی وعید کا مستحق بنا دینا ہے اور جس امر پر شارعؑ کی جانب سے وعید ہو وہ کبیرہ گناہ، حرام بلکہ قریب کفر ہے۔

دوسری روایت تفسیر بالرائے کی ممانعت میں حضرت جندبؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ۔ کہ جو کوئی قرآن میں اپنی طرف سے کوئی رائے، کوئی بات، کوئی خیال، اور کوئی مطلب بیان کرے اور وہ اتفاق سے درست بھی نکل آئے تب بھی اس نے خطا کی،

---

[1] مشکوٰۃ ص۳۵ و جمع الفوائد ج ۲ ص۴۲ [2] اشعۃ اللمعات ج ۱ ص۱۶۵ [3] مشکوٰۃ ص۳۵ و جمع الفوائد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ عبدالحق صاحب اس کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ اگرچہ فی الواقع اس کی رائے درست اور صواب نکلی مگر اس پر غلطی کے ارتکاب کا حکم لگایا جائے گا اور اس کو خطاوار کہیں گے کیونکہ اس نے قرآن کے قصدِ فہم اور طریقِ فہم میں غلطی کی ہے، اپنی رائے کو دخل دیا ہے اور جو اس کے سمجھنے کا طریقہ و اسلوب تھا اس کو اختیار نہیں کیا۔

پھر آگے چل کر اسی ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ قرآن پاک کے فہم کے لیے دو طریقے ہیں ایک تفسیر دوسرے تاویل۔

تفسیر یہ ہے کہ آیت کے معنی کے متعلق جزم و یقین اور زور کے ساتھ کہہ دیا جاتے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد اس آیت سے یہی ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ مراد نہیں ہے، نہ ہو سکتی ہے۔ اس یقین کے ساتھ مرادِ الٰہی کو کسی آیت کے متعلق متعین کر دینا اس وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ اسے سندِ صحیح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ائمہ تفسیر نے نقل کیا ہو۔ یہ تفسیر بیانِ رسالت سے نقل و سمع اور اس کی صحت و استناد پر موقوف ہے۔

اور تاویل یہ ہے کہ آیت کے متعلق بطور احتمال اور بطریق امکان کہا جائے کہ اس سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے لیکن اس کے صحیح ہونے کے لئے بھی دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ قواعدِ عربیہ کے موافق ہو دوسرے یہ کہ قوانینِ شریعت کے خلاف نہ ہو۔

غرضکہ قرآن پاک کے ترجمہ و تفسیر میں اسی طرح شرائع اور اصولِ دینیہ میں کوئی اختلاف تضاد اور تناقض ممکن نہیں۔ البتہ کلام اللہ کی تاویل میں اختلافِ رائے ہو سکتا ہے اور اس کے لئے تصحیح رائے اور ترجیح قول کی صورت ضروری ہے۔ بغیر اس کے وہ اختلاف مقبول و مسموع نہیں، تاویل چونکہ ایک احتمالی امر ہے اور چند معانی میں دائرہ مشکوک رہتی ہے۔ اس لئے تاویل کے ذریعہ کسی امرِ منصوص و مصرح یا امرِ توقیفی پر قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا بلکہ اس تاویل کو امرِ منصوص کی طرف رد کیا جائے گا۔ اور اسے نص و توقیف کی موافقت پر محمول کریں گے۔ لیکن نص کو تاویل کے ساتھ رد کرنا جائز نہ ہوگا۔ تاویل خود اپنی صحت کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نبوت میں نص اور دلالت قطعی کی محتاج ہے اور اس سے احتجاج و استدلال ساقط ہے[1]

حضرت ابن عباسؓ کی پہلی روایت کا جس میں "برایہ" کا لفظ منقول ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں جو مطلب لکھا ہے ہم اس کو اپنی عبارت میں لکھتے ہیں۔ علامہ علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

قرآن میں اپنی رائے سے کلام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص قرآن کے معنی میں یا اس کی قرأت میں (کیونکہ قرأت عشرہ متواترہ بھی تفسیر القرآن بالقرآن ہے (مترجم) اپنی طرف سے گفتگو کرے اور اس کا یہ کلام علمائے لغت و عربیت کے اقوال کے جو قوانین شرعیہ کے موافق ہوں تتبع و تفحص کے بغیر ہو بلکہ اپنی عقل سے تفسیر کرے۔ حالانکہ

(۱) وہ معانی و مطالب ایسے ہوں کہ ان کا نقل پر موقوف ہونا ظاہر ہے جیسے اسباب نزول آیات، ناسخ و منسوخ آیات وغیرہ جو امور قرآنی نقل و سمع پر مبنی ہیں۔

(۲) یا وہ معانی و مطالب ایسے ہوں جو قصص و احوال سے متعلق ہوں۔

(۳) یا اوامر و نواہی اور احکام سے متعلق ہوں۔

(۴) یا ظاہر نقل کے ساتھ تفسیر کر دی حالانکہ وہ بات ایسی ہے جس کا توقف عقل پر ہے جیسے متشابہ آیات کی تفسیر فرقہ مجسمہ نے کی ہے کہ ان کے ظاہری الفاظ کو لے لیا اور یہ نہ خیال کیا کہ ظاہری الفاظ کے معانی محال ہیں۔ صرف ظاہری نقل کے تقاضے پر عقلی توقف کو پس پشت ڈال دیا۔

(۵) یا ایسی تفسیر کی جو بعض علوم الہیہ کے تو موافق ہے مگر خود باقی علوم کو یا علوم شرعیہ کو کما حقہ نہیں جانتا۔ حالانکہ وہ علوم ایسے ہیں کہ ان میں علوم شرعیہ کی ضرورت و حاجت ہو۔ یہ تمام صورتیں تفسیر بالرای کی ہیں۔

ان دونوں صحابہ کی روایات سے اور ملا علی قاری اور شاہ عبدالحق صاحب کے بیانات سے جو امور معلوم ہوتے ہم اس کو ایک عام فہم عبارت میں تفصیل و وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں

[1] احکام القرآن ج ۲ صفحہ ۱۲۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ماحصل سب کا یہ ہے کہ اگر قواعدِ عربیت کے لحاظ سے آیتِ قرآنی کے کئی معنے ہو سکتے ہیں توان متعدد معانی کو دیکھا جائیگا کہ باہدگر مخالف و معارض تو نہیں۔ اگر نہیں تو تمام معانی مراد لیئے جا سکتے ہیں۔ اور اپنے اپنے موقع اور مورد و محل پر ان کا استعمال و انطباق کیا جائے گا۔

اور اگر ان متعدد معانی میں باہدگر تضاد و تناقض ہے توان سب معانی میں ایک کو دوسرے معنی پر ترجیح دینے کے لئے روایات و احادیث، اخبار و آثار اور سُنن کی طرف رجوع کریں گے پس اگر ایک معنی کی تائید و تصدیق روایاتِ صحیحہ اور سنتِ رسول سے ہو جاتی ہے تو اس معنے کو ترجیح دی جائے گی اور باقی کو ترک کر دینا پڑے گا۔

لیکن اخبارات و روایات کے متعلق یہ بات ضرور ملحوظ رہے گی کہ ان کا درجہ باوجود صحیح ہونے کے ظنی ہے اور قرآن مجید قطعی ہے۔ اور ظنی چیز کو قطعی چیز کے ساتھ ملا کر نتیجہ نکالنا اگر از روئے اصول ظنی ہوگا مگر چونکہ روایت و حدیث کو اس آیت کے ساتھ ملانے سے اس کے معنی و مطلب

(الف) زبان عرب کے قواعد کے خلاف نہیں۔

(ب) ضروریاتِ دین اور اصولِ شریعت کے خلاف نہیں۔

(ج) بداہت و عقل کے خلاف نہیں۔

اس لئے ان معانی کو ترجیح دینا ضروری ہو گا۔

اور اگر آیت کے معنی اور اس کا مطلب و مفہوم تو سمجھ میں آ گیا ہے لیکن اس کے مدلول کی تعیین یا اس کے مصداق و مورد کی تشخیص آیتِ قرآنی سے نہیں ہو سکی۔ بلکہ کسی خارجی ذریعہ اور بیرونی واقعہ (تاریخ و قصص و آثار وغیرہ) پر موقوف ہے۔

تو اب اس واقعہ کو دیکھا جائے گا۔ اگر وہ واقعہ اپنے ثبوت میں قرآن کے ثبوت از قسم تواتر سے کم نہیں تو بلا نکیر اس کو قبول کریں گے اور قرآن ہی کی طرح وہ بھی قطعی ہو گا۔ اور اگر اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ا ثبوت قرآن کی قطعیت سے کم ہے تو اس کو ملا کر جس مراد کی تعین یا جس مصداق کی تشخیص
ل جائے گی وہ ظنی ہوگا۔

غرضکہ مشکوٰۃ و جمع الفوائد کی متعلق احادیث سے جو ترمذی و ابوداؤد سے نقل کی گئی ہیں
ور اشعۃ اللمعات و مرقاۃ سے جو ان کے مطلب کی توضیح کی گئی ہے تفسیر بالرای کے متعلق
سب ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) ایک یہ کہ تفسیر بالرای اسے کہتے ہیں کہ قرآن کی آیت کا مطلب نقلِ صحیح کے بغیر اپنی رائے
ور قیاس سے کیا جائے اور بغیر علم و معلومات اس بارے میں کچھ کہا جائے۔

یہاں یہ بات سمجھ لینی اور یاد رکھنی ضرور ہے کہ علم سے مراد۔

(الف) زبانِ عرب اور عربیت (قواعد ادب و بلاغت وغیرہ) کا علم۔ اور۔

(ب) اصولِ شریعت و ضروریاتِ دین کا علم ہے۔

س لئے ایسا شخص جو زبانِ عرب سے ناواقف اور علمِ اصولِ شریعت سے بے بہرہ ہو اگر قرآن
ی کسی آیت کا مطلب بیان کرنے لگے۔ اور ظاہر ہے کہ اس عدمِ واقفیت کی وجہ سے وہ جو کچھ
کہے گا اپنی رائے اور عقل سے کہے گا۔ اور وہ مطلب اتفاق سے صحیح بھی نکل آئے اور فی الواقع
رست اور حقیقت میں صحیح و صواب ہو۔ یہ تفسیر بالرائی ہو گی۔

فسیر بالرائی اور تفسیر بدون الرائی | اس لئے ایسے شخص کو جو ان دونوں علوم (زبانِ عرب اور اصولِ شرع) سے کامل واقفیت نہ رکھے یا جو بالکل جاہل اور ناآشنا تے محض ہو قرآن پاک کی آیات کے
عانی و مطالب بیان کرنے کے لئے لب کشائی کرنا کسی صورت درست نہیں۔

اور جو ایسا کرتا ہے وہ بجائے تفسیر قرآنی کے قرآن پاک میں معنوی تحریف کا مرتکب
وتا ہے اور احادیث کے مطابق جہنم کی وعید کا مستحق۔

پس قرآن کی آیات کا مطلب اپنی عقل اور اپنے قیاس سے بدون مراجعت کتاب و
سنت اور بدون تتبع آیات و روایات بیان کرنا اور زبان عرب کے قواعد اور شریعت کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصول و قوانین کا لحاظ نہ کرنا تفسیر بالرای ہے

اور قرآنی آیات کا مطلب قواعدِ عربیت اور اصولِ شریعت کے مطابق (بغیر ظنی روایات و اخبار کے ملائے) بیان کرنا صحیح تفسیر ہے اور یہی تفسیر بدون الرائی ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کی تفسیر اور اس کے معانی و مطالب معلوم کرنے کا صحیح، اصلی اور اصولی طریقہ یہ ہے کہ

(۱) اصولِ عرب اور زبانِ عرب کی پابندی کی جائے۔

(۲) اور اصولِ شریعت (کتاب و سنت) کے مطابق قرآنی آیات کا مطلب اور اس کے نظم و عبارت کا مفہوم بیان کیا جائے۔ اور اگر

(الف) اس مطلب کی تائید و موافقت میں صحیح روایات مل جائیں تو ان کو لے لیا جائے مگر ان کا درجہ قرآن سے کم ہوگا۔ کیونکہ قرآن قطعی ہے اور احادیث ظنی۔

(ب) اور اگر صحیح روایات نہ ملیں۔ بلکہ ضعیف روایات ملتی ہیں تو قرآن پاک کی موافقت اور تائید و تصدیق کی وجہ سے ان کو بھی قبول کیا جائے۔ اگرچہ وہ ضعف کے کسی درجہ میں بھی ہوں لیکن موضوع و مختلق نہ ہوں

(ج) اور قرآن پاک کے معانی و مطالب کی صریح مخالف روایات قابلِ ترک ہونگی

چونکہ قرآن پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور احوال و اعمال کی تصدیق و تائید کرنے والا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا جو کلام حدیث تم تک پہنچے اس کو کتاب اللہ پر پیش کر کے دیکھو، اگر کتاب اللہ کے موافق نکلے اس کو قبول کرو اور اگر موافق نہ ہو تو اس کو قبول نہ کرو۔[۱]

تفسیر بدون الرای جو حق اور صحیح تفسیر ہے اور تفسیر بالرائی جو غلط اور باطل تفسیر ہے ان دونوں کا فرق معلوم کرنا اور پھر تفسیر بالرای میں یہ معلوم کرنا کہ تفسیر کیا ہے اور درای، کیا ہے اور

---

[۱] تفسیر احمدی ص۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتنی ہے۔ ایک ذوقی اور وجدانی چیز ہے۔ جس کی معرفت فطرتِ سلیمہ کے ذوقِ صحیح پر موقوف ہے۔[۱]
اور باوجود ذوقِ سلیم، عقلِ صحیح، نورِ فراست ایمان وعمل صالح کے مرادِ الٰہی کو بالیقین ظاہر کرنا ہر
کس وناکس کا کام نہیں۔ لغزش اور غلطی سے کوئی انسان وہ کیسا ہی ماہر وباکمال اور حاذق و
محقق ہو اپنے آپ کو مبرا نہیں کرسکتا۔

البتہ سلف صالحین کی روش پر اور سابقین امت کے نقشِ قدم پر چل کر ہر زمانہ کی ضروریات
ومصالح کے لئے قرآنی آیات کے ابواب کشادہ ہیں اور ہمیشہ مفتوح رہیں گے کیونکہ یہ انسان
کے لئے مکمل ضابطۂ حیات ہے اور متعین وغیر مبدل اساسی قانون و دستور۔

سُننِ نبوی اور آثارِ صحابہ وتابعین اور مابعد کے علمائے راسخین کے فہم وعمل پر اعتماد ویقین
قرآنِ پاک کے علم وعمل اور تاویلی نکات وتفسیری حقائق کی وضاحت کے لئے کافی ووافی ہیں۔ ان
ہی اصول کے مطابق عصری ضروریات اور اہل زمانہ کے مصالح کے لئے قرآنِ پاک کی تشریح
وتفسیر اور افہام وتفہیم لازم ہے۔ اور ان سے انحراف قرآن وسنت میں تحریف اور تعاملِ
سلف کا ابطال ہے۔

قرآن کریم کے سب سے پہلے شارحین ومفسرین حضرات صحابہ کرام ہیں انھوں نے
جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے مطلب ومعنی حاصل کئے کلامِ الٰہی کی مراد معلوم
کی اور اس پر عمل ہوتے ہوئے دیکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے حکم وارشاد
سے عمل کرکے دکھلایا۔ اسی طرح بعد والوں کو تبلیغ وتعلیم اور ابلاغ وتلقین کی صحابۂ کرام جو قرآنِ عظیم
کی تفسیری خدمات انجام دیتے تھے قریبًا سب کے سب پہلی صدی ہجری کے حدود میں وفات
پاگئے تھے۔

ان کے بعد تابعین کرام میں قلیل تعداد ان شارحین ومفسرین کی ہے جنہوں نے پہلی
صدی ہجری میں انتقال کیا اور کثیر تعداد ان تابعین ائمہ تفسیر کی ہے جنکی وفات ہجرت نبویہ کے

---

[۱] العرف الشذی تقریرات ترمذی حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرے دور سے میں ہوئی۔ پھر تبع تابعین میں جو علمائے مفسرین شمار ہوتے ہیں۔ تیسری صدی ہجری کے اواخر تک جوارِ رحمتِ رب سے ہمکنار ہوئے۔

تیسری صدی ہجری کے بعد سے کتب تفاسیر اور اقوالِ مفسرین کی کتابت و تدوین کا دور شروع ہوتا ہے۔ آج چودھویں صدی کے نصف سے زیادہ گذرنے تک قرآن حکیم کی سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں تفسیریں لکھی گئی ہیں اور ہر صاحبِ ذوق عالم نے اپنی زبان اپنے فضل و کمال اپنے زمانہ کے رنگ، ماحول و مذاق، رجحان طبیعت اور عصری ضروریات کے مطابق قرآن پاک سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

لیکن یہ حقیقت آج بھی اسی طرح حقیقت ہے اور ہمیشہ اسی طرح حقیقت رہے گی کہ قرآن کا صحیح معنے میں فہم و عمل، بغیر اس متوارث نمونہ عمل کے سمجھے اور معلوم کئے ناممکن اور محال ہے جو متواتر اور مستند طور پر اسوۂ حسنہ نبویہ، صحابہ و اہل بیت، تابعین و تبع تابعین، ائمہ مجتہدین و علمائے صالحین سے منقول و ثابت اور جمہور امت کا معمول بنا رہا ہے۔

خلافت عبّاسیہ

جلد اول۔

تاریخ ملّت کا پانچواں حصّہ جس میں نو عباسی خلفاء سفّاح، منصور، مہدی، ہادی، ہارون امین، مامون، معتصم اور واثق باللہ کے سوانح حیات ایک خاص اسلوب سے جمع کئے گئے ہیں، خلافتِ عباسیہ کا یہی دور حقیقت میں دورِ عروج تھا اور اس دور میں عباسی خاندان کی قوت و اقتدار کا رعب تمام ہمسایہ سلطنتوں پر چھایا ہوا تھا کتاب کے اس حصّے میں آپ کو نہ صرف ان عظیم الشان خلافتوں کے جامع و مستند حالات و واقعات ملیں گے بلکہ ہر خلیفہ کے عہد حکومت اور اس کے علمی مذہبی تمدنی اور اصلاحی کارناموں پر دلپذیر تبصرہ بھی ملے گا جس سے مسلمانوں کی سب سے بڑی حکومت کے مرکز بغداد کی عظمت کا نقشہ آنکھوں میں گھوم جاتا ہے صفحات ۴۴۴ قیمت غیر مجلد ۱۲؎ مجلد للعہ

© rasailojaraid.com